5874

ہلال

قیمت ۵/- روپے

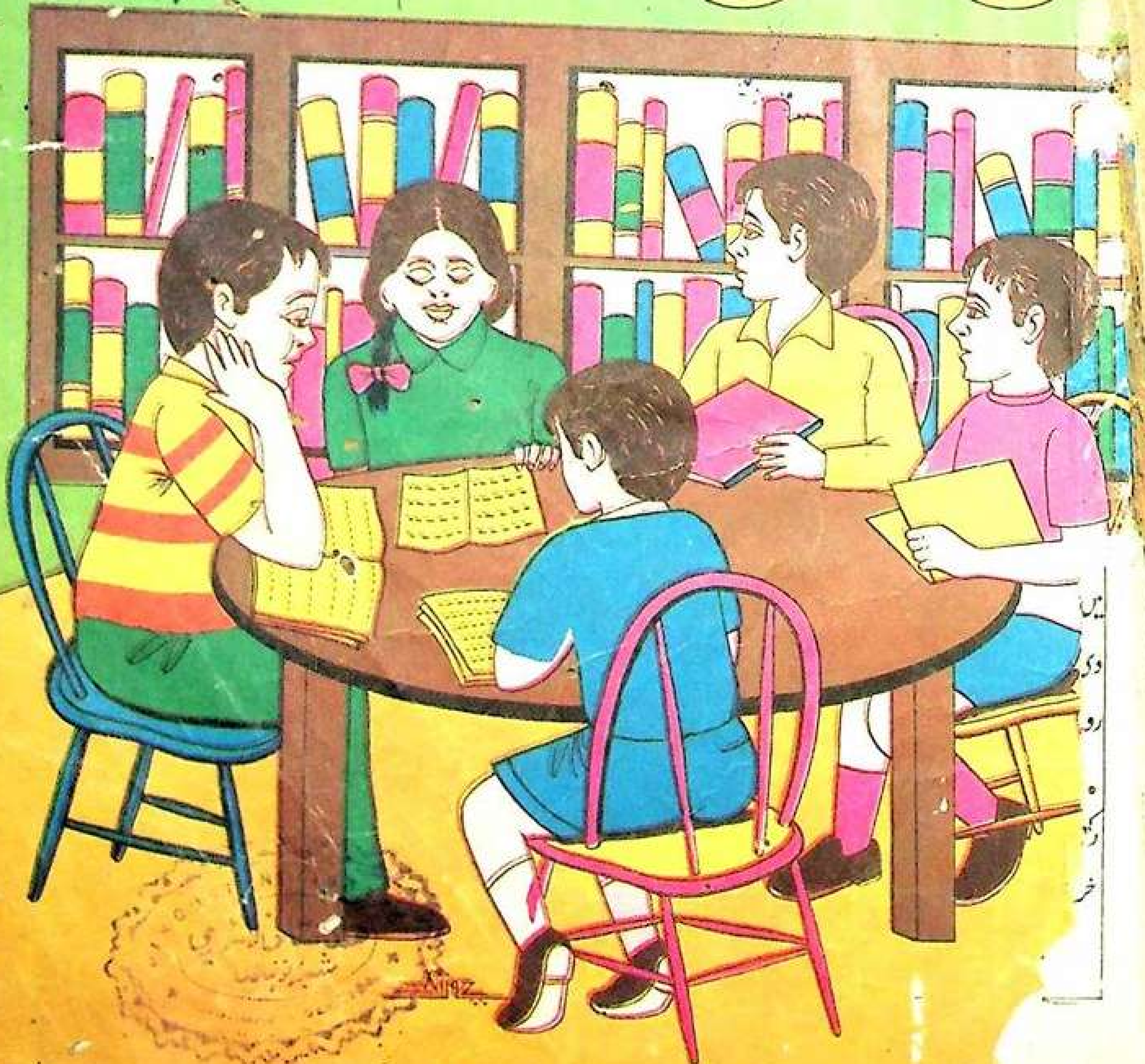
۲۲۳

علم

علم کیا شے ہے؟ ایک نعمت ہے
علم کیا شے ہے؟ ایک دولت ہے
علم کیا شے ہے؟ وجہ عظمت ہے
علم کیا شے ہے؟ رب کی رحمت ہے

زندگی کے ہر ایک شعبہ میں
دوستو علم کی ضرورت ہے
ساری دنیا میں مرتضیٰ ساحل
علم والوں کی قدر وقیمت ہے

علم کیا شے ہے دوستو جانو
علم کی اہمیت کو پہچانو



اللہ

یہ چڑیاں ہیں۔

چڑیاں اڑتی ہیں۔

چڑیوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

جیسے ـــ کبوتر، کوا، چیل، بلبل، طوطا، مینا

جو ساری دنیا کا مالک ہے۔

جس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج بنائے ہیں۔

زمین پر پیڑ پودے اگائے ہیں۔

اسی نے چڑیاں بھی پیدا کی ہیں۔

بہت سی چڑیاں پالی جاتی ہیں۔

جیسے ـــ کبوتر، طوطا، مینا، بلبل وغیرہ۔

چڑیوں کا گوشت بھی ہم کھاتے ہیں۔

عام طور پر چڑیاں دانہ کھاتی ہیں۔

کچھ بڑی چڑیاں گوشت بھی کھاتی ہیں۔

چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا شکار بھی کرتی ہیں۔

چڑیاں پیڑوں پر گھونسلا بنا کر رہتی ہیں۔

بعض چڑیاں پہاڑ اور دیواروں کے کھوکھلوں میں رہتی ہیں۔

انسانوں کو کس نے پیدا کیا؟

چڑیاں کس نے پیدا کی ہیں؟

زمین، آسمان، چاند، سورج کس نے بنائے ہیں؟

سارے جہاں کا مالک کون ہے؟

(بولو بچو) ـــ اللہ اللہ



پیارے نبیؐ نے فرمایا



* ظلم قیامت کے دن ظالم کے لئے سخت اندھیرا بنے گا۔

* طاقت ور وہ شخص نہیں ہے۔ جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے یعنی غصہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اللہ اور اس کے رسول (پیارے نبیؐ) کو سخت ناپسند ہے۔

بچوں کا
رام پور
ھلال

شمارہ ۲۲۲ ✕ دسمبر ۱۹۹۱ء

مدیر طابع وناشر: عبدالملک سلیم

ترتیب کار: مرتضیٰ ساحل تسلیمی

حسن کار: اعجاز محمود

مالکان: ادارہ الحسنات۔ رامپور

ایک شمارے کی قیمت -/۵ روپے
سال بھر کے لئے -/۵۰ روپے

مطبوعہ: جے کے آفسیٹ پرنٹرس دہلی

دفتر بچوں کا ھلال
ادارہ الحسنات۔ کھنڈسار کہنہ
رامپور۔ ۲۴۴۹۰۱ فون: ۶۶۵۷

○ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا سالانہ چندہ اس رسالے کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اب آپ اگلے سال کے لئے -/۵۰ روپے منی آرڈر سے ہمیں بھیج دیجیے اگر ۲۰ دسمبر ۹۱ء تک آپ کا منی آرڈر نہیں ملا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ آپ کو رسالہ وی پی سے منگانے میں سہولت ہے اس لئے اگلے سال کا چندہ ہم وی پی بھیج کر وصول کرلیں گے وی پی -/۶۰ روپے کی ہوگی۔ اس میں -/۱۰ روپے وی پی خرچ بھی ہے اور -/۵۰ روپے ایک سال کا چندہ۔ بہتر یہ ہے کہ رقم منی آرڈر سے بھیج کر وی پی خرچ بچائیں

• ہمیں امید ہے کہ ھلال آپ کو پسند ہوگا اور اس کی خریداری کا سلسلہ جاری رکھیں گے اگر کسی وجہ سے آئندہ ھلال نہ منگوانا چاہیں تو ہمیں فوراً ایک پوسٹ کارڈ خریداری نمبر کے حوالے سے لکھ کر اطلاع کریں۔

منیجر۔ ادارہ الحسنات۔ رام پور۔ ۲۴۴۹۰۱

بیوقوف کون؟

طلعت تسنیم



بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ دیال شرما نام کا ایک کنجوس جوہری تھا۔ ایک دن وہ میلے میں گیا، میلے میں وہ اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ اس کی نظر انگوٹھیوں کے نگینے فروخت کرنے والے کی دکان پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ نگینوں کے درمیان ایک چمکتا ہوا ہیرا بھی ہے۔ چونکہ ہیرا تراشا ہوا نہیں تھا۔ اس لئے وہ نگینوں کا تاجر اسے پہچان نہ سکا۔ دیال شرما نے دکاندار سے اس پتھر کی قیمت پوچھی۔ دوکان دار نے کہا "پچیس روپے"

اتنے بڑے ہیرے کی قیمت اتنی کم سُن کر بھی دیال شرما نے کنجوسی کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ اس سے بھاؤ تاؤ کرنے لگا۔ آخر بات بیس روپے تک پہنچی، لیکن دیال شرما پھر بھی کم قیمت چاہتا تھا۔ اس نے سوچا ابھی اِدھر اُدھر گھوم کر آتا ہوں تو مجھے بیس روپے میں ہی دے گا۔ یہ سوچ کر وہ گھومنے چل دیا۔

اتفاق سے ایک دوسرا جوہری وہاں

سے گزرا، اس کی بھی نظر اس پتھر پر پڑی۔ اس نے فوراً پہچان لیا کہ یہ ہیرا ہے۔ اس نے قیمت پوچھی تو دوکان دار نے کہا "پچاس روپے۔"

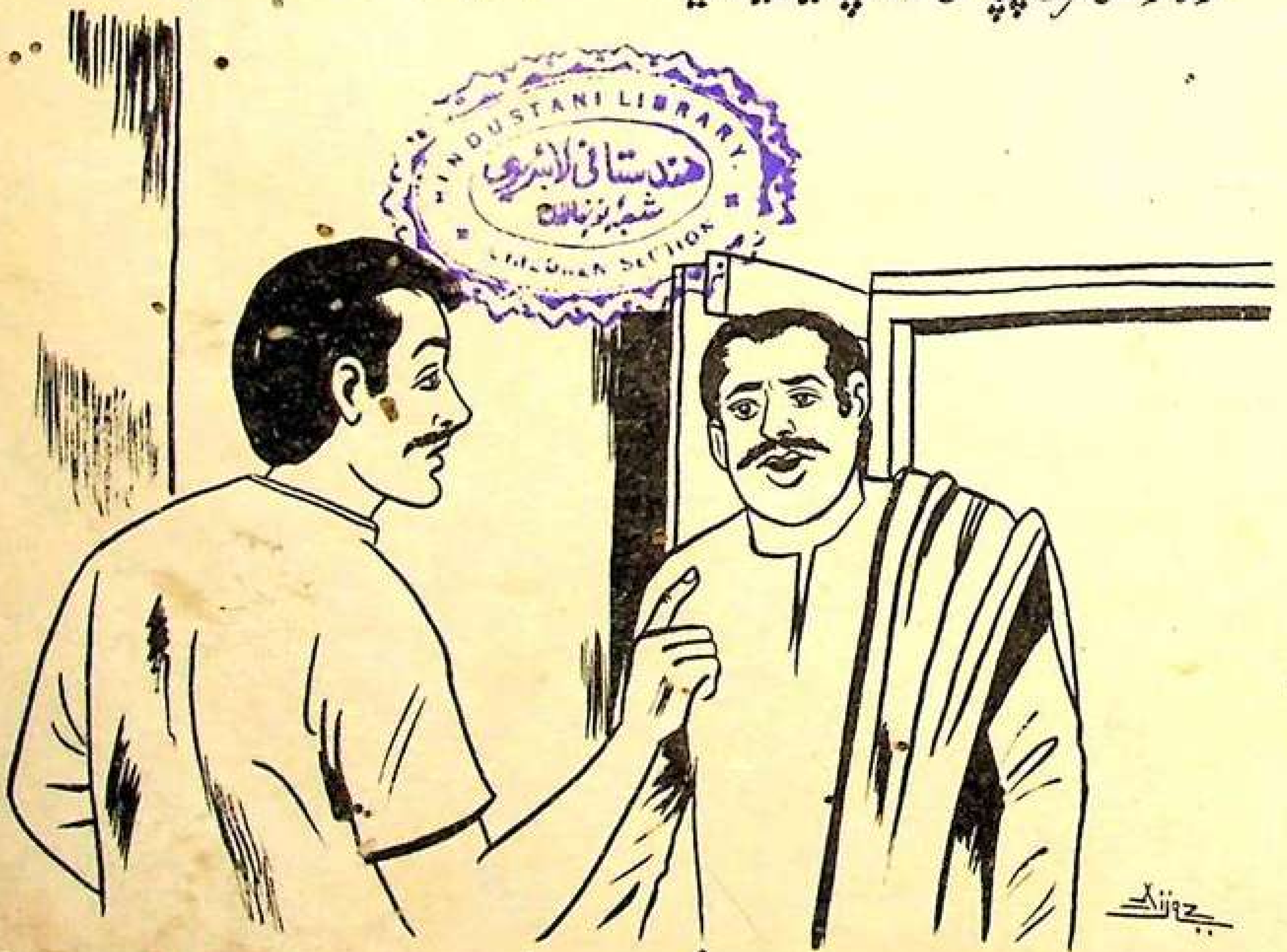
جوہری نے فوراً دوکان دار کو پچاس روپے دیئے اور ہیرا لے کر چل دیا۔

کچھ دیر بعد دیال شرما ٹہل کر واپس اس دوکان پر آیا تو اسے وہ ہیرا وہاں نظر نہ آیا۔ اس نے گھبرا کر دوکان دار سے پوچھا "وہ پتھر کہاں گیا؟"

"وہ تو میں نے پچاس روپے میں بیچ دیا۔" دوکان دار نے جواب دیا۔

یہ سن کر دیال شرما دنگ رہ گیا اور اس نے کہا "بے وقوف! وہ پتھر ایک لاکھ روپے کا ہیرا تھا۔ اسے تو نے پچاس روپے میں بیچ دیا۔"

اس پر دوکان دار نے جواب دیا "دیکھو! بابو! میں تو جوہری نہیں ہوں، اس لئے مجھے پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ ہیرا تھا۔ پھر بھی میں نے پچیس کی جگہ پچاس کمالئے۔ لیکن آپ نے جوہری ہوتے ہوئے بھی صرف چار روپے کے لئے ایک لاکھ روپے کا ہیرا چھوڑ دیا۔ اب آپ ہی بتایئے بے وقوف کون ہے؟"



علم

کوثر انصاری بمبئی



علم سے ہی زندگی ہے زندگی
علم سے ہی آدمی ہے آدمی

علم سے کر لو جو بچو دوستی
کوئی قسمت کا نہیں تم سا دھنی

علم ہی ایسا خزانہ ہے کہ جو
خرچ جتنا ہو بڑھے گا اور بھی

علم ہی کی دین ہے جس کے طفیل
چاند پر بھی جا کے آیا آدمی

علم کا حاصل، جہاں کی نعمتیں
علم کا حاصل، جہاں میں برتری

علم میں جو جی لگاتا خوب ہے
امتحاں میں اوّل آتا ہے وہی

کر لو حاصل علم ہی فرصت کے دن
علم شے بچو ہے سب سے قیمتی



نیکی کا بدلہ

ولایت حسین تداس



پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک بادشاہ تھا۔ بادشاہ بہت نیک اور اچھا تھا۔ سب لوگ اس سے خوش تھے۔ بادشاہ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے وہ فکر مند رہتا تھا۔ سوچتا تھا کہ میرے بعد کون بادشاہ بنے گا۔ وہ اللہ میاں سے اولاد کے لئے دعائیں بھی مانگتا تھا اللہ میاں نے بادشاہ کی دعا سن لی اور ایک بہت خوب صورت بیٹا دے دیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ سارے شہر کو خوب سجایا جائے اور خوشی منائی جائے بادشاہ کا اعلان سنتے ہی سارا شہر دلہن کی طرح سجا دیا گیا۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں کو جمع کیا اور شہزادے کا نام رکھنے کو کہا سب نے اپنی اپنی پسند کے نام بتائے، وزیر نے شہزادے کا نام "سلیم" رکھا۔

بادشاہ کو یہ نام بہت پسند آیا اور وہ شہزادہ سلیم کہلانے لگا۔

جب شہزادہ پندرہ سال کا ہو گیا تو شکار کو جانے لگا۔ ایک دن وزیر کے ساتھ شکار کھیلنے گیا۔ اس کے ساتھ کچھ سپاہی بھی تھے جنگل میں ایک ہرن نظر آیا۔ شہزادے نے گھوڑا اس کے پیچھے دوڑایا۔ شہزادہ ہرن کا پیچھا کرتے

ہوئے بہت دُور نکل گیا۔ وزیر اور سپاہی پیچھے رہ گئے۔ آخر ہرن جنگل میں کہیں غائب ہو گیا۔ اب شہزادے کو اپنی فکر ہوئی ۔ وہ راستہ بھول گیا اور اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا۔ وہ بہت پریشان ہوا اور خوب رویا۔ وزیر اور سپاہی شہزادے کو ڈھونڈتے رہے مگر شہزادہ نہیں ملا۔ وہ بہت پریشان ہوئے۔ وہ ڈر رہے تھے کہ بادشاہ کو کیا جواب دیں گے۔ شہزادے کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے رات ہو گئی تو وہ لوٹ آئے۔ انھوں نے سوچا ہو سکتا ہے شہزادہ محل میں آ گیا ہو، مگر شہزادہ نہیں آیا تھا۔

وزیر اور سپاہی شہزادے کو ڈھونڈنے پھر نکل گئے۔

بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وزیر پر بہت ناراض ہوا۔ اسے قید میں ڈال دیا۔ سپاہیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ پھر بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی شہزادے کا پتہ بتائے گا' یا محل میں پہنچائے گا اُسے ایک لاکھ روپے انعام دیے جائیں گے اور رہنے کو ایک محل دیا جائے گا۔ سب لوگ شہزادے کے لئے فکر مند تھے۔ اِدھر شہزادے کو ایک لڑکا ملا۔ جو پھٹے







پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ شہزادے نے اسے ساری بات بتائی اور کہا "مجھے میرے گھر پہنچا دو۔"

لڑکے نے کہا "اب رات ہو چکی ہے۔ آج رات تم یہیں رہو۔ صبح کو شہر لے چلوں گا۔ چلو میرے گھر چلو، تمھیں وہاں آرام تو ملے گا نہیں، مگر رات گزر جائے گی۔ لڑکا شہزادہ کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کا گھر ایک جھونپڑی تھی۔ سونے کے لئے زمین پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔ ایک لالٹین جل رہی تھی اور لڑکے کی ماں جھونپڑی کے باہر روٹی پکا رہی تھی۔ شہزادے کو دیکھ کر وہ بہت خوشی ہوئی، اس نے شہزادے کو کھانا کھلایا اور گھاس پر ایک میلی چادر بچھا کر لٹا دیا۔ صبح کو لڑکا شہزادے کو لے کر چل دیا۔ تھوڑی دیر میں دونوں محل میں آئے۔ بادشاہ شہزادے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

شہزادے نے بادشاہ کو ساری بات سنائی۔ بادشاہ لڑکے سے بہت ہوا۔ اسے ایک لاکھ روپے انعام دیئے اور رہنے کے لئے ایک اچھا محل دیا لڑکا اپنی ماں کو محل میں لے آیا اور آرام سے رہنے لگا، اس طرح غریب لڑکے کو نیکی کا اچھا بدلہ ملا۔

جیسے کو تیسا

شکیل شاہجہاں





کردار: (۱) راجو (۲) سونو (۳) کیلے والا
(۴) ایک بکری

پردہ اُٹھتا ہے

(اسٹیج پر کیلے والا ٹھیلے میں کیلے لئے کھڑا ہے کچھ ہی فاصلے پر اس کی بکری بیٹھی جگالی کر رہی ہے۔ کیلے والا آواز لگاتا ہے۔)

کیلے والا: کیلے لے لو کیلے۔ میٹھے میٹھے کیلے۔

(تین چار بار آواز لگاتا ہے۔ پھر ایک رسالہ نکال کر پڑھنے لگتا ہے۔ اسی دوران دو آدمی باتیں کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ سامنے کیلے کی دُکان دیکھ کر پہلا آدمی دوسرے سے کہتا ہے۔)

پہلا آدمی:- یار راجو! بھوک لگی ہے

دوسرا آدمی:- مجھے بھی بھوک لگی ہے سونو۔

راجو:- کیوں نہ کیلا کھایا جائے؟

سونو:- میں بھی یہی کہنے والا تھا۔

(دونوں کیلے والے کے قریب پہنچتے ہیں کیلے والا رسالہ پڑھنے میں مشغول ہے۔)

راجو:- (باتوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے) یار! تمھارے اس کھیت کا کیا ہوا؟

سونو:۔ کون سا کھیت ؟!

(دونوں کیلے والے سے پوچھے بغیر چھ کیلے اُٹھاتے ہوئے)

راجو:۔ وہی کھیت، جو پچھلے سال رامو مالی سے خریدا تھا۔

(راجو تین کیلے سونو کو دیتا ہے۔ کیلے والا اسی طرح رسالہ پڑھتا رہتا ہے۔)

سونو:۔ وہ کھیت (کیلے لیتے ہوئے ہنستا ہے) یار۔۔! وہ کھیت تو میں نے بیچ دیا۔

راجو:۔ کیا۔۔؟ وہ کھیت بیچ دیا؟!

سونو:۔ ہاں یار۔۔! اپنا دھندہ ہی کچھ ایسا ہے۔ اِدھر کا مال اُدھر اُدھر کا مال اِدھر۔ کھیت کی قیمت اچھی لگی، اس لئے بیچ دیا، اس کھیت سے میں نے پورے تین ہزار روپے کمائے۔

راجو:۔ یار! تو تو بہت چالاک ہے۔

(دونوں کیلے کے چھلکے قریب ہی ڈالتے ہیں اور کیلا کھانے لگتے ہیں۔ پاس بیٹھی بکری لپک کر کیلے کے چھلکے کھانے لگتی ہے۔)

سونو:۔ اس میں چالاکی کی کیا بات ہے تم بھی تو اسی کا دھندہ کر رہے ہو۔

راجو:۔ یار۔۔! مگر اس مرتبہ بڑا گھاٹا ہوا



ہے، پورے پانچ سو روپے کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ سیمنٹ کا دھندہ کیا، اس کی کچھ بوریاں پانی میں بھیگ گئیں۔

(دونوں مسلسل کیلے کھاتے جا رہے ہیں)

سونو:۔ برسات میں سیمنٹ کا دھندہ نہیں کرنا چاہیئے۔ سردی میں برف کے دھندے سے بچنا چاہیئے اور گرمی میں چائے کے دھندے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اب مجھے ہی دیکھو، برسات شروع ہوتے ہی چھتری کا دھندہ شروع کر دیتا ہوں، گرمی آئی تو برف کا ٹھیکا لے لیتا ہوں اور سردی میں گرم کپڑے کی دُکان کھول لیتا ہوں۔

راجو:۔ یار سونو! بازار میں ایک کمرہ کرائے پر مِل رہا ہے۔ سوچ رہا ہوں پھل کی دُکان کھول لوں۔ (کیلے والے سے مخاطب ہو کر) "کیوں بھائی تمھاری کیا رائے ہے؟"

کیلے والا:۔ ہم کیا رائے دیں بابو جی۔ ہم تو خود دوسرا دھندہ کرنے کی سوچ رہے ہیں۔

راجو:۔ کیوں ــ اس دھندے میں کیا بُرائی ہے۔

(اسی دوران دونوں کیلے کھا چکتے ہیں)

کیلے والا:۔ ہمارا بھی ٹھکانا ہو جائے تو یہ پھل کا دھندہ اچھا ہے، ٹھکانا ہی نہیں تو کیا دھندہ کرنا۔

سونو:۔ اچھا بھائی! ہم نے جو کیلے لئے، (جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے) اس کی کیا قیمت ہوئی؟

کیلے والا:۔ دس روپے۔

سونو:۔ (حیرت سے) دس روپے۔ چھ کیلے کی قیمت دس روپے؟!

کیلے والا:۔ ہاں بھئی دس روپے۔

راجو:۔ تم مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟

کیلے والا:۔ اس میں مذاق کی کیا بات ہے بابوجی!

راجو:۔ چھ کیلے کے دس روپے۔ کیا اندھیر ہے۔

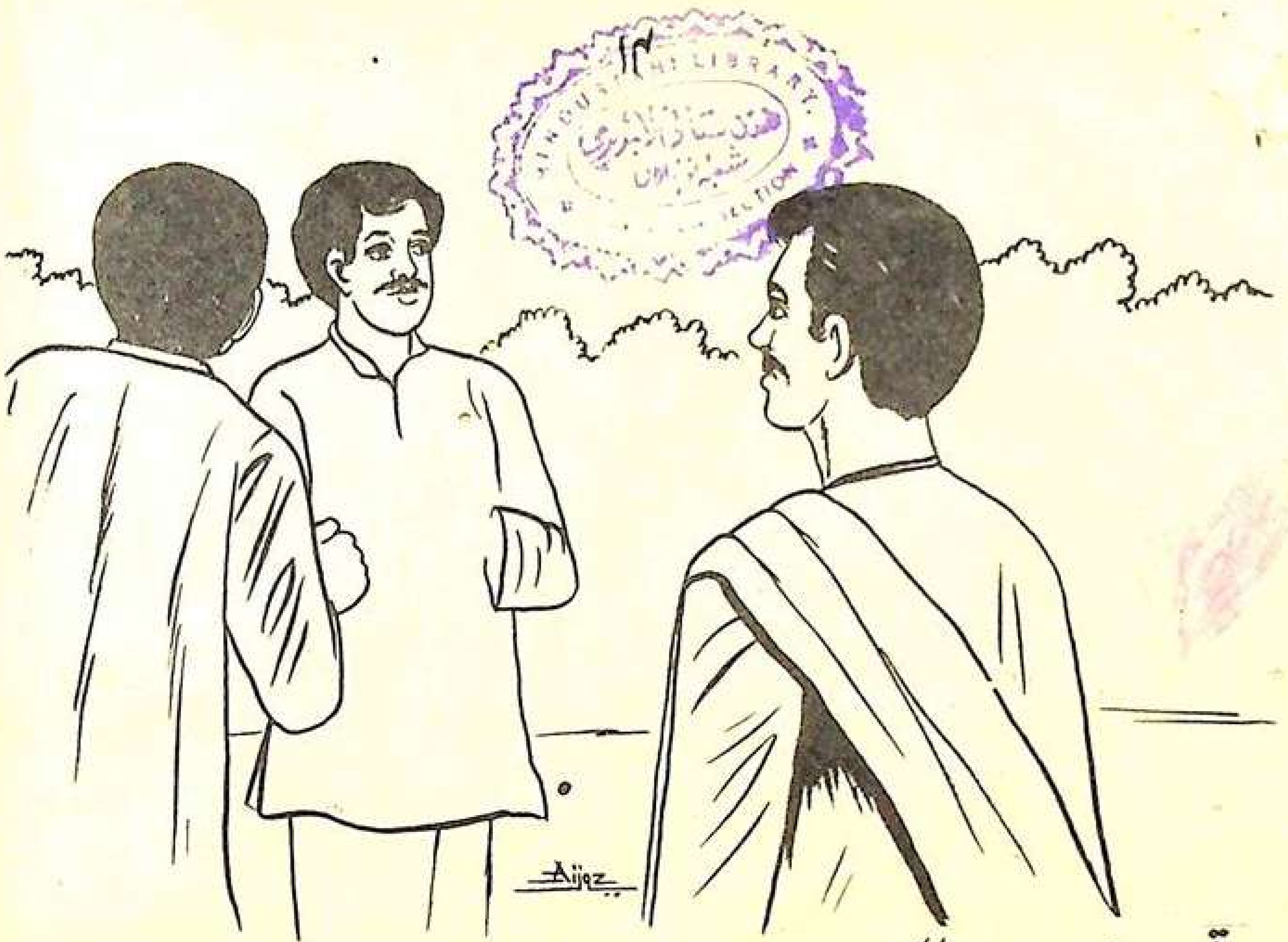
کیلے والا:۔ اندھیر نہیں مناسب قیمت ہے۔

سونو:۔ اچھا۔ اب ذرا یہ بھی بتاؤ، چھ کیلے کی قیمت دس روپے کیسے ہوئی؟

کیلے والا:۔ وہ اس طرح، آپ نے بغیر اجازت کیلے اُٹھائے اور کھاتے رہے۔

سونو:۔ اچھا یہ بات ہے۔ پھر تو چھ کیلے کی





قیمت دس روپے ٹھیک ہے۔

راجو:۔ سونو۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔ بھلا چھ کیلے کی قیمت بھی کہیں دس روپے ہوتی ہے۔ یہ کیلے والا ہم کو لوٹ رہا ہے۔

سونو:۔ دیکھو راجو! بغیر اجازت کے ہم نے ٹوکری سے کیلے اُٹھا کر کھائے، یہ ہماری غلطی ہے اور اس غلطی کی سزا تو بھگتنی ہو گی ہی۔

کیلے والا:۔ (مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے) بالکل ٹھیک ہے بابو جی۔

(سونو کیلے والے کو دس روپے دے دیتا ہے۔)

سونو:۔ (پھر زمین پر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے) یار راجو! ہم نے کیلے کے چھلکے یہاں رکھے تھے نا۔

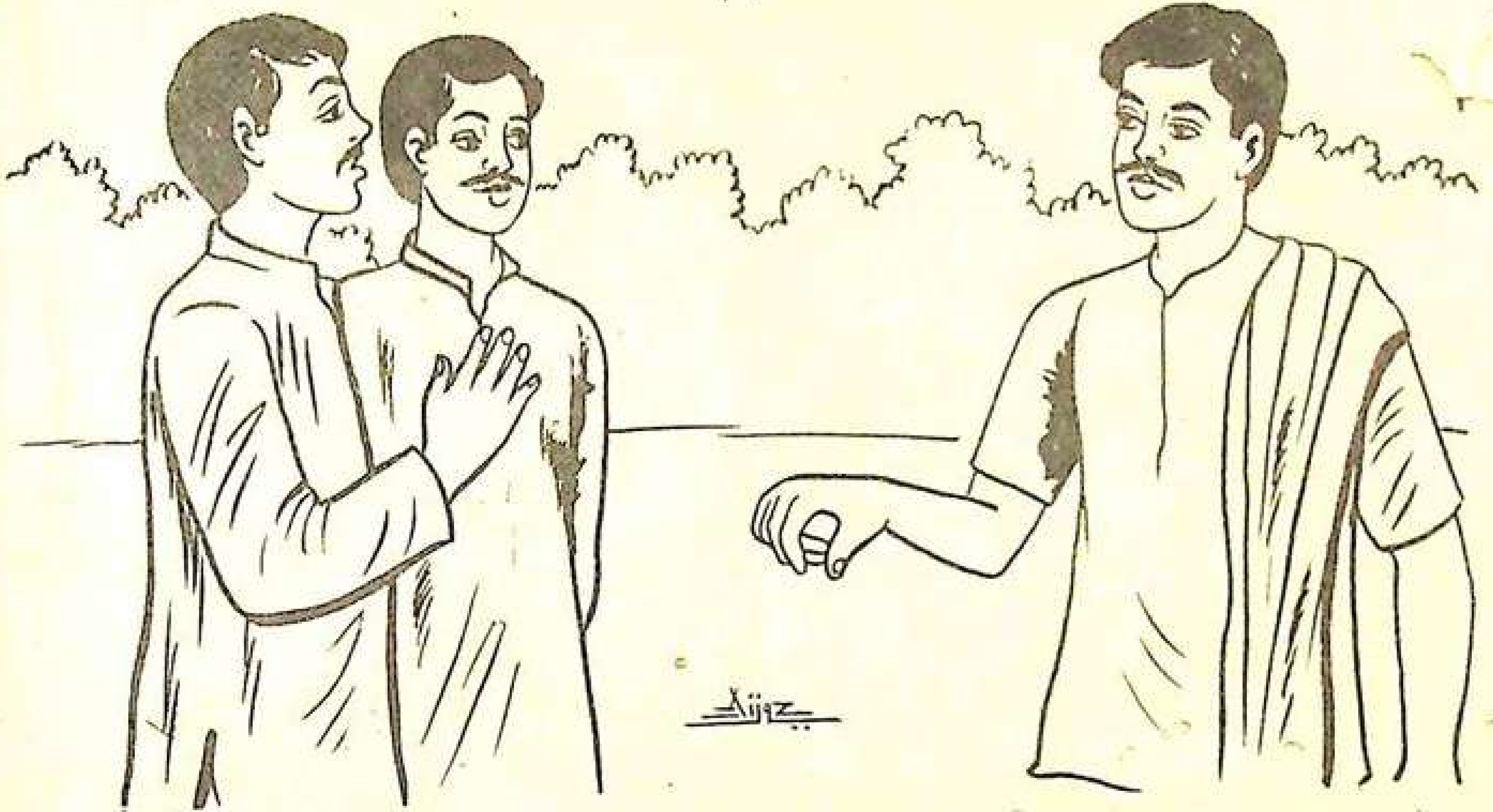
راجو:۔ وہ چھلکے تو بکری کھا گئی۔

سونو:۔ کیا۔۔! بکری کھا گئی۔

کیلے والا:۔ ہاں بابو جی، یہ میری بکری دن بھر یہیں رہتی ہے۔ جو بھی یہاں کیلا کھاتا ہے اس کے سارے چھلکے یہ بکری ہی کھاتی ہے۔

سونو:۔ مگر راجو! وہ چھلکے تو ہمارے تھے۔
اور ان چھلکوں کی مجھے ضرورت بھی تھی۔
کیلے والا:۔ بابو جی! چھلکوں کا کیا کرتے، وہ
تو بے کار ہوتے ہیں۔ بکری نے کھالئے
تو اس غریب کا پیٹ بھر گیا۔
سونو:۔ مگر وہ چھلکے پورے بیس روپے کے
تھے۔
کیلے والا:۔ بابو جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
سونو:۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ یہ ایسے ہو سکتا
ہے کہ جب تمہارے چھ کیلے کی قیمت
دس روپے ہو سکتی ہے تو ہمارے کیلے
کے چھلکوں کی قیمت بیس روپے ہوتی
ہے۔ جس طرح ہم نے بغیر اجازت کیلا
کھالیا اس کی قیمت نہیں پوچھی، اسی
طرح تمہاری بکری نے بھی بغیر اجازت
کیلے کھالئے اور ہم نے قیمت نہیں پوچھی
اور بغیر اجازت کھائے ہوئے چھلکوں کی
قیمت بیس روپے ہے۔ نکالو بیس روپے
جلدی کرو روپے نکالو، نہیں تو تمہاری
مرمت کرنی پڑے گی۔
راجو:۔ بالکل ٹھیک ہے بونو۔
کیلے والا:۔ بابو جی، یہ تو ظلم ہے۔





سونو:۔ (دھمکاتے ہوئے) جلدی نکالو روپے نہیں تو آواز دیتا ہوں۔

کیلے والا:۔ بابوجی، ہم تو بے وقوف بن گئے۔

(کیلے والا کھسیاتے ہوئے روپے نکال کر دیتا ہے ۔ سونو خوشی خوشی روپے لیتا ہے پھر دونوں مسکراتے ہوئے ایک ساتھ کہتے ہیں۔)

راجو اور سونو:۔ اس کو کہتے ہیں، جیسے کو تیسا۔

(کیلے والا ٹھیلہ لے کر جانے لگتا ہے۔)

سونو:۔ ٹھہرو! بولو کتنے روپے درجن ہیں تمہارے کیلے۔

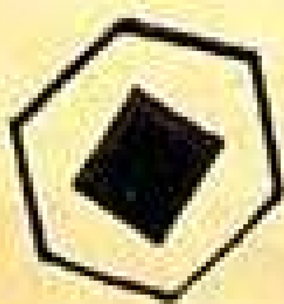
کیلے والا:۔ بابوجی! کیا ہمیں اور ٹھگنے کا ارادہ ہے۔

راجو:۔ نہیں اب تو ہم قیمت پوچھ کر اور اجازت لے کر خریدیں گے۔

کیلے والا:۔ چھ روپے درجن ہیں بابوجی!

سونو:۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چھ کیلے تین روپے کے ہوئے ۔ یہ لو اپنے تیرہ روپے۔ اب تمہارے کیلوں کے پیسے بھی تمہیں مل گئے اور تمہارے بیس روپے بھی ۔ مگر خبردار کبھی کسی سے ایسی چالبازی کرنے کی کوشش مت کرنا یہ دھاندلی ہے۔ بے ایمانی ہے۔

(کیلے والا خوش ہو کر جانے لگتا ہے ۔ پردہ گرجاتا ہے۔)



ناصر میاں

محمد اجمل خاں نجمی بگراسی



جماعت میں میری جو ناصر میاں ہیں
مرے بھائی ان میں بہت خوبیاں ہیں
وہ رکھتے ہیں اپنی پڑھائی سے رغبت
شب و روز کرتے ہیں وہ خوب محنت
نہ وہ دیکھتے ہیں کبھی کوئی پکچر
بنانا ہے کیونکہ انھیں اپنا فیوچر
پڑھائی کے حق میں مضر ہے یہ ٹی وی
نہیں دیکھتے یوں اسے وہ کبھی بھی
وہ جہدِ مسلسل[1] کے عادی ہیں بچو
فہیم و ذکی اور نمازی ہیں بچو!

سلیقہ سے چیزوں کو رکھتے ہیں اپنی
ہے گھر بھر میں عزت یونہی ان کی دونی
غرور و تکبر بھی ہے دور اُن سے
ہر اک شخص رہتا ہے مسرور اُن سے
معلّم کی خدمت وہ کرتے ہیں ایسے
کرے اپنے ماں باپ کی کوئی جیسے
کرو حرص[2] ایسا ہی بننے کی بچو!
توجہ پڑھائی پہ تم خوب رکھو!
خدا تم کو علم و ہنر سے نوازے
شریعت کا پیرو و متبع بھی بنا دے



۱۔ لگاتار کوشش ۲۔ لالچ

کیکڑا اور بگلا

سعدیہ خانم



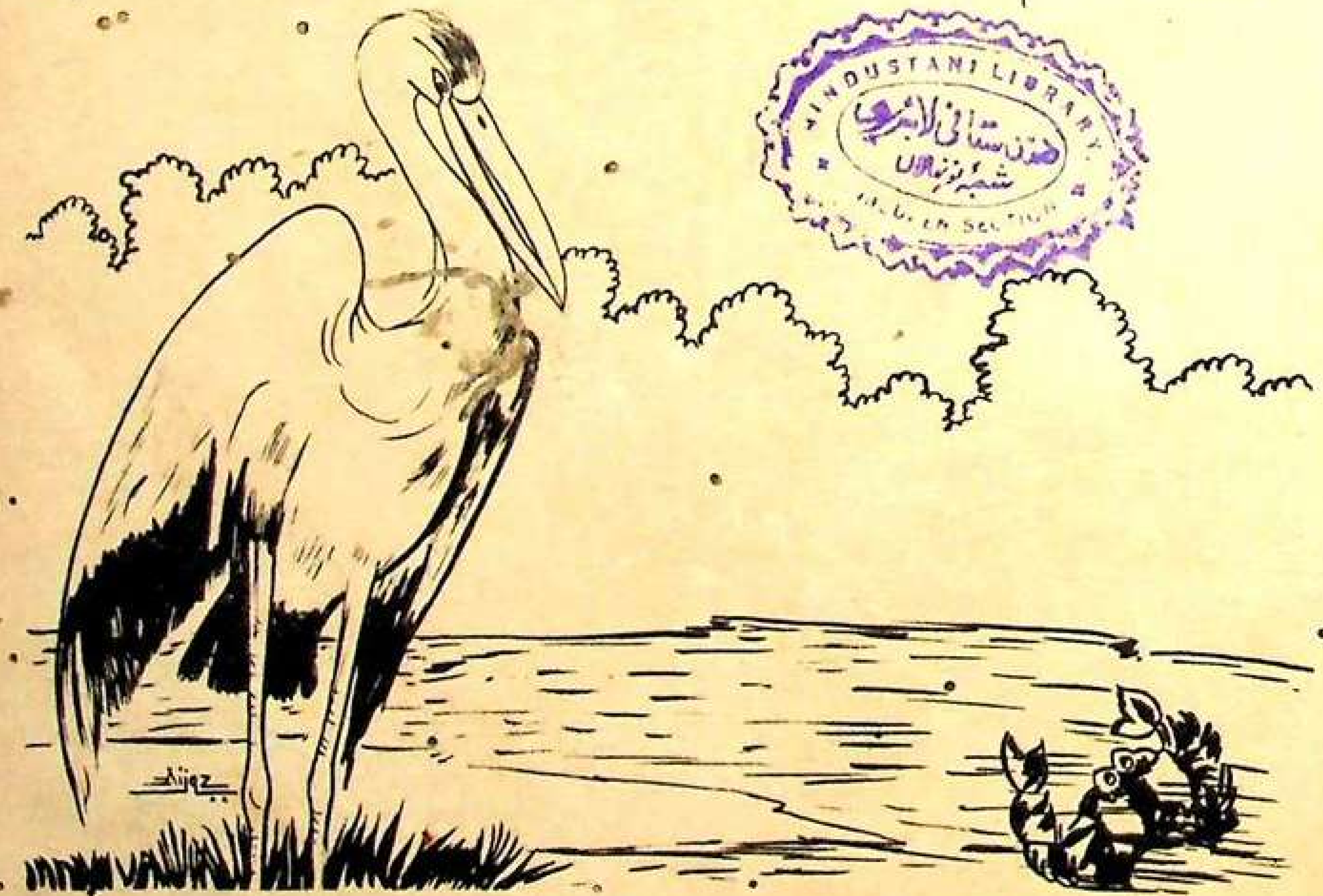
پیارے بچو! ایک جنگل میں ایک صاف اور شفاف پانی کا جھرنا تھا۔ اور یہ جھرنا ایک گول خوبصورت جھیل میں آ کر گرتا تھا۔ اس جھیل میں بہت سارے کیکڑے تھے مگر ان کیکڑوں سے کئی گنا زیادہ مچھلیاں تھیں۔ ان مچھلیوں میں چھوٹی مچھلیاں زیادہ تعداد میں تھیں۔ کیکڑے چھوٹی مچھلیوں کو غذا کے طور پر کھا جاتے۔ اسی لئے مچھلیاں کیکڑوں سے بہت ڈرتی تھیں۔ بڑی مچھلیاں ہمیشہ چھوٹی مچھلیوں کو تاکید کرتی رہتی تھیں کہ اُدھر مت جاؤ، کیکڑے شکار کی تلاش میں ہیں۔ چھوٹی مچھلیاں کبھی نادانی میں غلط سمت چلی جاتیں تو کیکڑوں کی عید ہو جاتی تھی۔

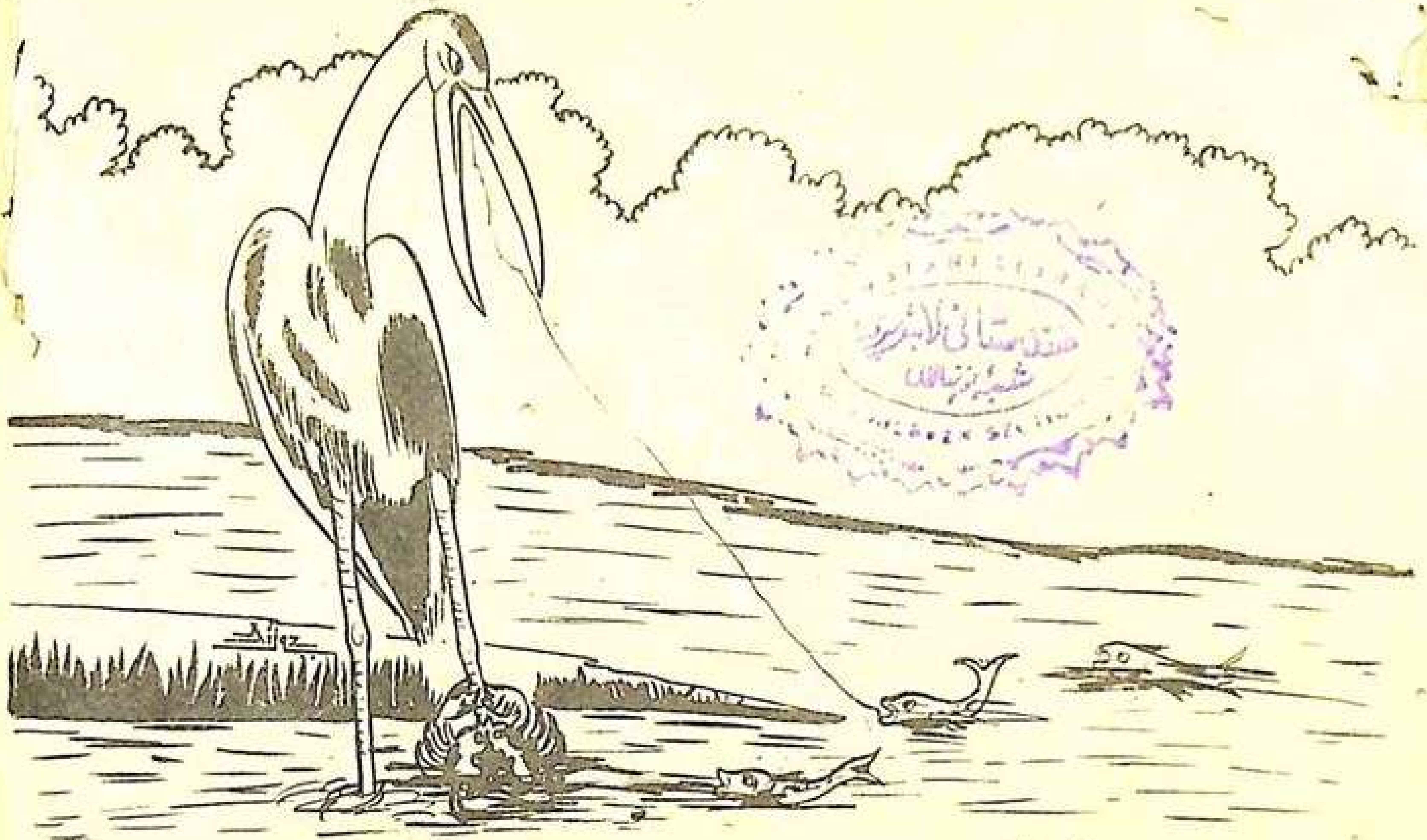
پیارے بچو! یہ تو ہوا مچھلیوں اور کیکڑوں کا حال، اب سنو۔ ایک دن ہوا یہ کہ ایک خوب صورت سفید، پتلی پتلی ٹانگوں اور لمبی چونچ والا بگلا دُور سے اُڑتا ہوا جا رہا تھا کہ اس کی نظر اس خوب صورت جھیل پر پڑی۔ وہ نیچے اُتر آیا۔ قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بے شمار چھوٹی ننھی منّی مچھلیاں کھیل رہی ہیں، وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگا یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گیا، مچھلیاں

ی طرح کھیل میں مصروف تھیں۔ جب انھوں
ے لکڑی کی طرح دو پتلی پتلی ٹانگوں کو دیکھا
تعجب میں پڑ گئیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ کچھ
ذور بڑی مچھلیاں تیر رہی تھیں، انھوں نے
اُن سے پوچھا "یہ کیا چیز ہے؟"

سردار مچھلی زور سے چلّائی "بھاگ چلی آؤ، بھاگ چلی آؤ، ورنہ یہ بگلا تمھیں کھا جائے گا" مچھلیاں فوراً مخالف سمت بھاگ چلی گئیں لیکن کچھ ناسمجھ مچھلیاں نہ بھاگیں اور بگلا انھیں کھا گیا۔ بگلا چاہتا تو مچھلیوں کا پیچھا کرتا اور اُن کو ہضم کر جاتا۔ لیکن اب اس کا پیٹ بھر چکا تھا۔ بگلے کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ اس جھیل میں بہت ساری مچھلیاں ہیں اب وہ روز آتا اور بہت سی ننھی مچھلیوں کو کھا کر واپس چلا جاتا۔

کیکڑا، جو اس جھیل میں مچھلیوں کا اکیلا شکاری تھا بہت پریشان ہوا کہ جھیل کی مچھلیاں کم ہوتی جا رہی ہیں؟ آخر اس نے پتہ لگا ہی لیا کہ ایک بگلا روز شام کو آ کر مچھلیاں کھا جاتا ہے۔ دوسرے روز کیکڑا بگلے کی تاک میں چھپ کر بیٹھ گیا، بگلا اُڑتا ہوا جھیل پر اُتر آیا۔ کیکڑے نے جھٹ سے اپنا

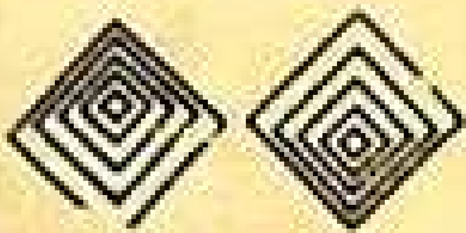




سر اُوپر نکالا، اپنی موٹی آنکھیں گھماتے ہوئے کہنے لگا "بگلے میاں! تم روز آکر یہاں کی مچھلیاں اُڑا لے جاتے ہو! یہ بہت غلط بات ہے! یہ ہم کیکڑوں کی جھیل ہے، اور یہاں کی مچھلیاں بھی ہماری ہیں، تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ تم آئندہ یہاں کا رُخ نہ کرنا۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

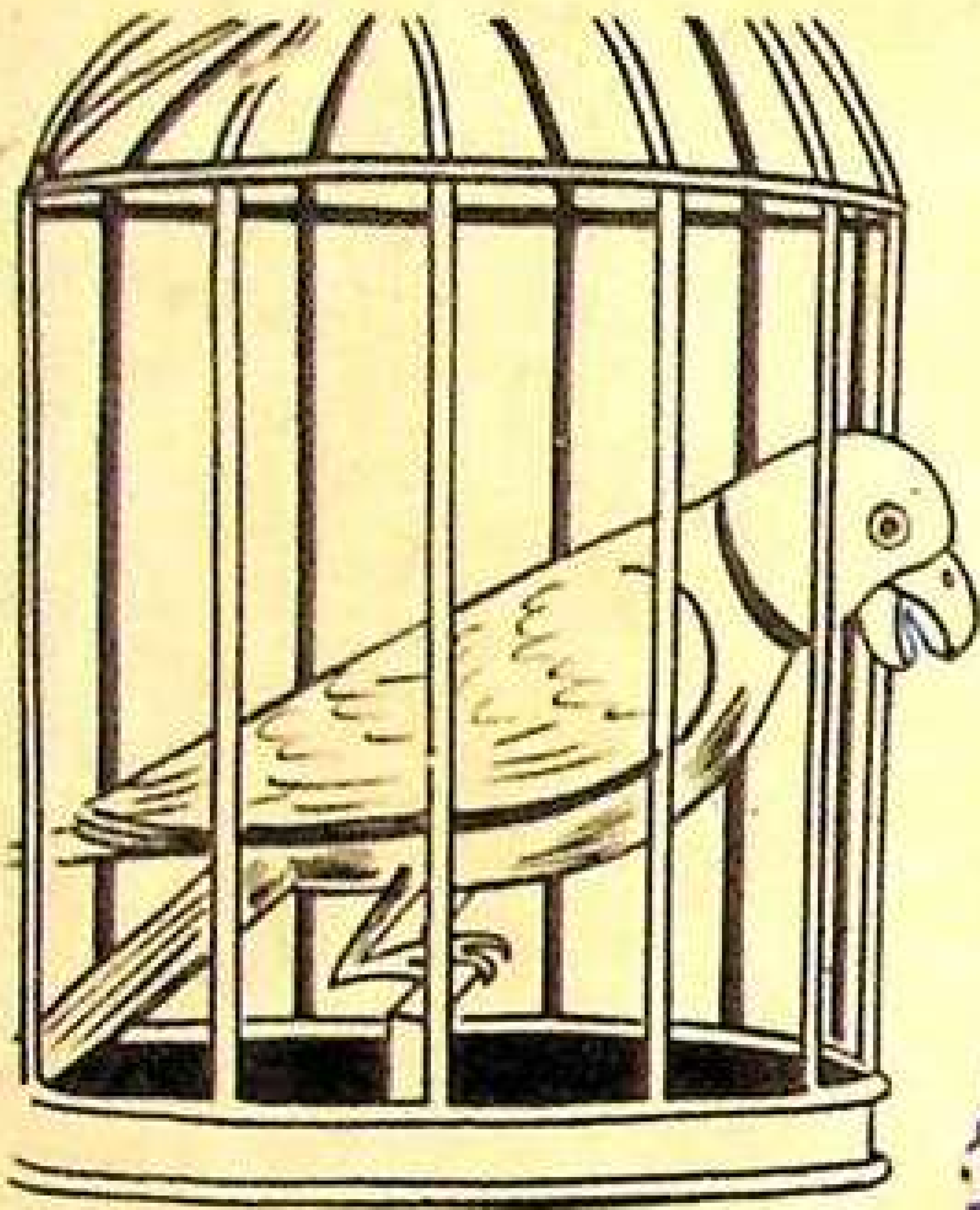
"بگلا کیکڑے کی بات سُن کر دل ہی دل میں بہت ہنسنے لگا۔ "ارے کیکڑے! تو خود اتنا باریک ہے! اتنی پتلی پتلی ٹانگیں ہیں بھلا تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ میں تجھ سے سَو گنا زیادہ بڑا ہوں، اگر تو نے کسی قسم کی شرارت کی تو میں تجھے مزہ چکھا دوں گا۔" بگلے نے کیکڑے کو للکارتے ہوئے کہا۔

کیکڑے کو بگلے کی باتیں سخت ناپسند آئیں وہ آگے بڑھا اور بگلے کی پتلی پتلی ٹانگوں کو اپنی نوکیلی ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ کیکڑے کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ بگلا اپنی جگہ سے ہل نہ سکتا تھا۔ بگلے نے بہت زور لگایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بگلے نے اپنی گردن جھکا کر، چونچ سے کیکڑے کو مارنا چاہا لیکن کیکڑے نے بگلے کی گردن میں کاٹ لیا۔ بگلا بے چارہ بلبلا، بلبلا کر کئی گھنٹوں چیختا رہا۔ آخر کار مر گیا۔



مٹھو جی

خالد بن عمر خالد







ہمارے گھر میں ایک طوطا تھا۔ ہم لوگ اسے مٹھو جی ہی کہا کرتے تھے — مٹھو جی پیاری پیاری باتیں کرتے تھے — دن بھر کچھ نہ کچھ بڑبڑاتے رہتے تھے — کبھی کسی کو ڈانٹ رہے ہیں، کبھی خوش ہو کر ناچ رہے ہیں — تو کبھی کچھ اور — ہم لوگ صبح جلدی نہ اُٹھتے تو مٹھو جی ہی ہم کو جلدی جگا دیا کرتے۔ صبح ہوتے ہی جلدی اُٹھنے کے فائدے بتانا شروع کر دیتے۔ جب تک ہم لوگ اُٹھ نہ جاتے اپنی تقریر جاری رکھتے اور جب ہم اُٹھ جاتے تو السلام علیکم کہتے۔

جب ہم ناشتہ کرتے تو اپنا ناشتہ بھی مانگتے اور اگر ذرا بھی دیر ہو جاتی تو ناراض ہو جاتے کبھی کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھاتے تھے، دن میں ایک مرتبہ ڈسکو ڈانس ضرور کرتے تھے۔ اور ایک گانا بھی گاتے تھے۔ جب دیکھتے کہ ہماری طرف کوئی دھیان نہیں دے رہا ہے تو خوب زور زور سے گانے اور چلّانے لگتے — وہ ہر شخص کی آوازوں کی نقل بھی کر لیتے تھے۔ جب کسی چوہیا کو دیکھ لیتے تو بلّی کی نقل "میاؤں میاؤں" کرنے لگتے۔ بے چارے چوہے آواز سن کر بھاگ

جاتے۔ ایک بار ہم نے چوری سے مٹھائی کھالی تو ہماری شکایت ممّی سے کر دی، جس پر ہمیں مار بھی پڑی۔ ایک بار تو انھوں نے ممّی کو ڈرا دیا تھا جب کہ وہ ڈاکو گبر سنگھ کی نقل کر رہے تھے۔

ایک بار مجھے پڑھائی کے لئے دوسرے شہر ہاسٹل جانا تھا اور میں بہت اُداس تھا کہ سیٹھ جی اکیلے ہو جائیں گے۔ کون ان کی دیکھ بھال کرے گا۔ دراصل میں مٹھو جی کو بہت چاہتا تھا۔ میں ہی انھیں صحیح وقت پر کھانا پانی دیتا اور اچھی اچھی باتیں بھی

میں نے ہی انھیں سکھائی تھیں۔ اس وجہ سے وہ بھی مجھے بہت چاہتے تھے اور کہنا کبھی ٹالتے نہیں تھے۔ ادھر ممّی نے کہہ دیا کہ اب مٹھو جی خالہ جان کو دے دینا چاہیئے۔ وہ بہت دنوں سے اسے مانگ بھی رہی ہیں۔ گھر میں اور بھی جانور ہیں۔ میں کس کس کی دیکھ بھال کروں گی۔

....

یہ سُن کر ہمارا دل قطعی ہاسٹل جانے کا ہو ہی نہیں رہا تھا۔ میں نے ممّی سے التجا کی۔

"ممّی! میں نے مٹھو کو کتنی محنت سے اتنی اچھی اچھی باتیں سکھائی ہیں۔ میں اسے کتنا چاہتا





ہوں۔" مگر ممی نے میری ایک نہ سُنی اور وہ اپنے فیصلے پر اٹل رہیں۔ میں تقریباً رو ہانسہ ہو گیا۔ میرے جانے سے ایک دن پہلے یہ بات کسی طرح مٹھو جی کو معلوم ہو گئی، انھوں نے چلا چلا کر گھر آسمان پر اُٹھا لیا، کسی طرح میں نے انھیں سمجھایا اور چُپ کرایا۔

اس رات ابو نے کہا "بیٹا! تم جلدی سو جاؤ۔ صبح سویرے ہی تمھیں جانا ہے۔ ابھی تم سو جاؤ گے تو جلدی اُٹھ سکو گے۔" میں بستر پر لیٹ تو گیا مگر نیند میری آنکھوں میں نہ تھی۔ میں یہی سوچتا رہا کہ بے چارے مٹھو کا کیا ہو گا؟ آدھی رات سے کچھ پہلے مجھے عجیب سی آواز سُنائی دی اور ایسا لگا کہ جیسے کوئی باورچی خانہ کا دروازہ کھول رہا ہو میں نے سوچا اتنی رات گئے کون ہو سکتا ہے کہیں چور نہ ہوں۔ میں جلدی سے بستر سے اُتر کر زینے پر آ گیا۔ نیچے آ کر مجھے کوئی آواز بھی سُنائی نہ دی۔ اور اگر کوئی چور ہوتا تو میرا کتا جمی ضرور بھونکتا مگر وہ بھی چُپ تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا وہم تھا چلو اچھا ہُوا۔ فرج سے ایک سیب نکال کر کھا لوں، شاید

مجھے نیند آجائے۔ یہ سوچ کر میں زینے سے
اُتر کر کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ مجھے پھر کوئی
آواز سُنائی دی۔ میں جلدی سے صوفے کے
پیچھے چھپ گیا اور گھوم کر دیکھا۔ چاند کی مدھم
روشنی میں مجھے دو آدمی دکھائی دیئے۔ "چور!"
میں نے سوچا کسی طرح اُوپر جا کر میں ابّو کو
خبر کر دوں! اگر میں اُوپر جاتا ہوں تو یہ
چور مجھے ضرور دیکھ لیں گے۔ میں نے دیکھا کہ
وہ لوگ الماری سے زیور نکال کر ایک
بورے میں رکھ رہے ہیں اور کپڑے میں بھی
لپیٹ رہے ہیں تاکہ وہ آواز نہ کرے۔

میں ابھی کچھ سوچ بھی نہ پایا تھا کہ مٹھو جی
جاگ گئے اور اپنا سر کھجانے لگے۔ وہ چور
مٹھو جی کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ
اندھیرے میں رکھے تھے۔ مٹھو جی نے ان چوروں
کو دیکھ کر نہ جانے کیا سمجھا اور میرے ابّو کی
زوردار آواز کی نقل بنا کر بولے "یہ کیا ہو
رہا ہے؟ ایں! تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"
چور سٹپٹا گئے اور چاروں طرف دیکھنے لگے
ان میں سے ایک بولا "شنکر تم کچھ سُن رہے ہو؟"
"ہاں، مگر کوئی نظر نہیں آ رہا ہے!" دوسرے
نے کہا۔





مٹھو جی پھر بولے "میں تمھیں دیکھ رہا ہوں!" اس بار آواز اور گرجدار تھی۔ اسی کے ساتھ خوب زور سے چیخے "وہ چور بورا چھوڑ کر ایسا سرپٹ بھاگے کہ پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھا کہ کون چلا آرہا ہے وہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی آدمی دیکھ رہا ہے جبکہ یہاں مٹھو جی تھے۔

میں بھاگا بھاگا ابّو کے پاس اُوپر پہنچا اور انھیں جگا کر بات بتائی "ابّو ابّو! دو چور آئے تھے اور مٹھو نے انھیں ڈرا کر بھگا دیا"

ابّو امی نے نیچے آکر دیکھا کہ ایک بورا پڑا ہے، ابّو نے کہا "مٹھو میں بہت خوش ہوں تم نے ہمارا ڈھیر سارا سامان بچا لیا۔ شاباش!"

میں نے امی سے پوچھا "امّی! کیا اب بھی آپ مٹھو خالہ جان کو دے دیں گی؟"

امّی نے ہنستے ہوئے کہا "نہیں بیٹے! اب مٹھو کہیں نہیں جائے گا اب وہ ہمیشہ ہمارے گھر رہے گا۔"

یہ سُن کر میں پھولا نہ سمایا۔ ابّو نے کہا "بیٹا! اب تم جا کر سو جاؤ۔"

میں دوڑتا ہوا گیا اور دھم سے بستر پر گر گیا اب مجھے کوئی فکر نہ تھی۔ میں بہت خوش تھا۔ اُدھر مٹھو جی گانا گا رہے تھے۔ ایک دو تین چار پانچ بارہ ۔ چور ہو گئے نو دو گیارہ ۔

* * *


انعام
دوسری قسط
گستاخی معاف ہو جہاں پناہ
اس اجنبی کو آپ کا دیا ہوا اناج کے دانوں کا
انعام نہیں دیا جا سکتا!


کیا؟ آپ کا دماغ
درست ہے؟ کیا ہمارے
اناج کے گودام خالی ہو گئے
ہیں۔ وزیر اعظم!


ایسی بات نہیں ہے جہاں پناہ! دراصل
بات یہ ہے کہ اتنا اناج ہمارے ملک میں
تو دُور.....


.....پوری دنیا
میں بھی نہیں ہوگا!


لیکن وزیر اعظم اس نے شروع میں تو
اناج کا ایک ہی دانہ مانگا تھا!


جہاں پناہ! یہی اناج کا ایک دانہ
آخیر میں آ کر دانوں کی بہت بڑی تعداد
بن گیا۔


وہ کیسے؟.... ہم تو کچھ
سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔


جہاں پناہ! میں نے دربار کے ہی
ریاضی دانوں سے یہ ساری بات سمجھی
ہے میں آپ کو بھی سمجھاتا ہوں۔


پہلے خانے میں ایک دانہ
دوسرے میں دو، تیسرے میں
چار، چوتھے میں آٹھ۔


اسی طرح چونسٹھویں خانے میں
میں رکھے اناج کے دانوں تعداد دو کو ۶۳ بار ضرب
کر کے حاصل ہوگی۔

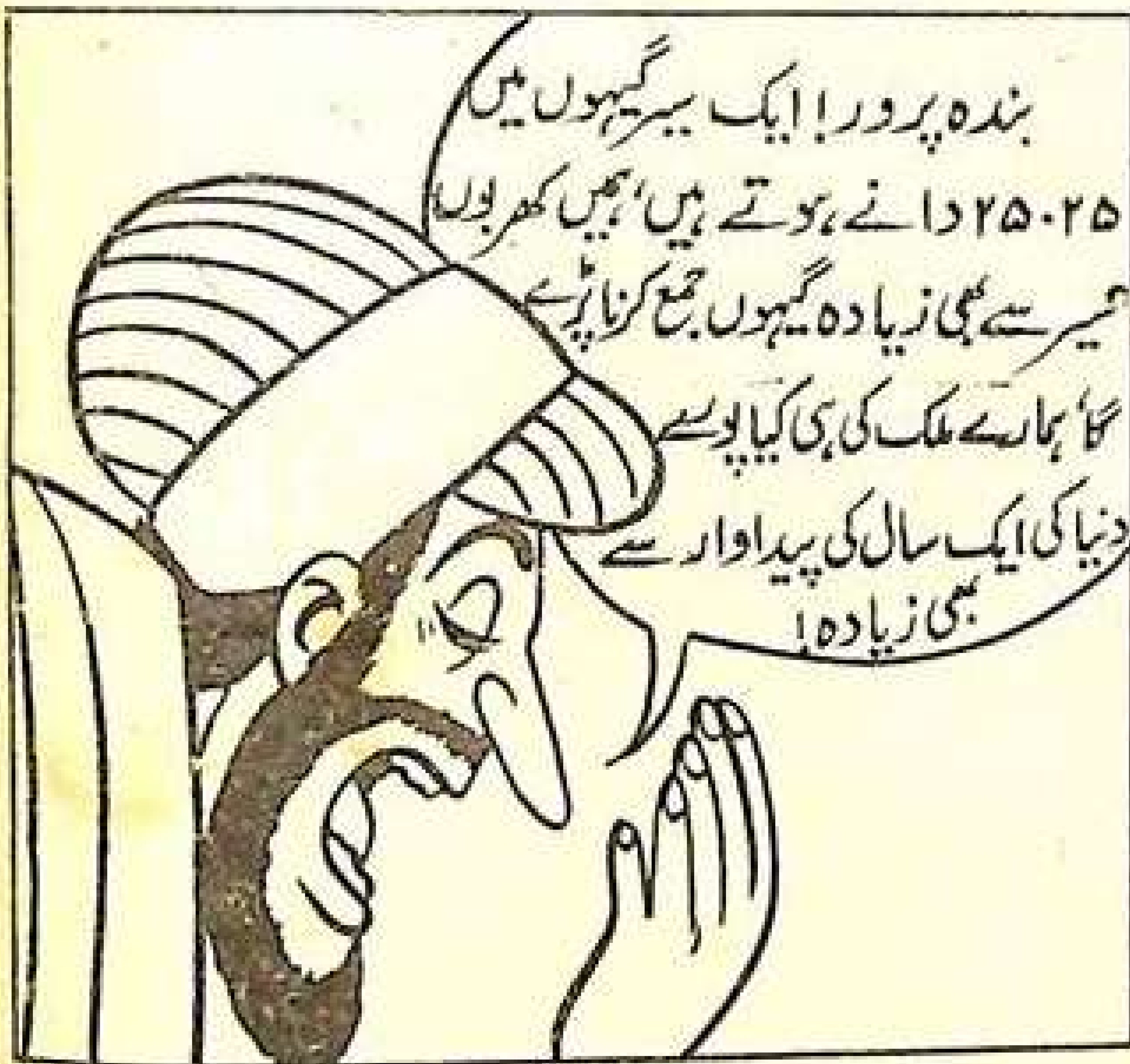

۲ کو ۶۳ بار ضرب کرنے پر بہت بڑی تعداد
آتی ہے جہاں پناہ! وہ تعداد ہے۔
۹,۲۷۳۳۷۲۰۳۶۸۵۴۷۷۵۸۰۸


کی تعداد بھی ہم نے معلوم کر لی ہے۔ جہاں پناہ
وہ تو اس سے بھی بہت بڑی ہے۔


تمہیں اناج کے کُل کتنے دانے دینا ہوں گے وزیرِ اعظم؟


۱۸۴۴۶۷۴۴۰۷۳۷۰۹۵۵۱۶۱۵
جہاں پناہ!


اگر آپ اپنی سلطنت کی تمام زمین پر گیہوں بو دیں تب بھی تو اتنے دانے نہیں جمع کر پائیں گے


بندہ پرور! ایک سیر گیہوں میں ۲۵۰۲۵ دانے ہوتے ہیں، ہمیں کھربوں سیر سے بھی زیادہ گیہوں جمع کرنا پڑے گا، ہمارے ملک کی ہی کیا پورے دنیا کی ایک سال کی پیداوار سے بھی زیادہ!


اتنا گیہوں رکھنے کے لئے اگر تقریباً چار میٹر چوڑا اور دس میٹر لمبا اناج کا گودام بنوایا جائے تو اس کی اونچائی زمین اور چاند کی دوری سے بھی زیادہ رکھنا ہوگی۔


جہاں پناہ!... اتنا گیہوں تو دینا ناممکن ہے!


کیا معلوم تھا وزیرِ اعظم کہ ایک
دانہ اتنی بڑی مصیبت کھڑی کردے
گا۔


ٹھیک ہے۔ ایسا کیجیے آپ اُس
اجنبی کو کل دربار میں بُلوائیے ہم اس
کو کوئی اور انعام دے کر عزت
بخشیں گے۔


اگلے دن دربار میں
آؤ اجنبی! خوش آمدید!


لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم اناج
کے دانوں کے انعام کی تمہاری
خواہش پوری نہیں کر پائیں
گے، تمہارے گنتی کے جادو
نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔


ہمارا یہ انعام قبول کرو اجنبی


خدا آپ کو سلامت رکھے
جہاں پناہ! اب مہربانی کر کے
مجھے اجازت دیں۔



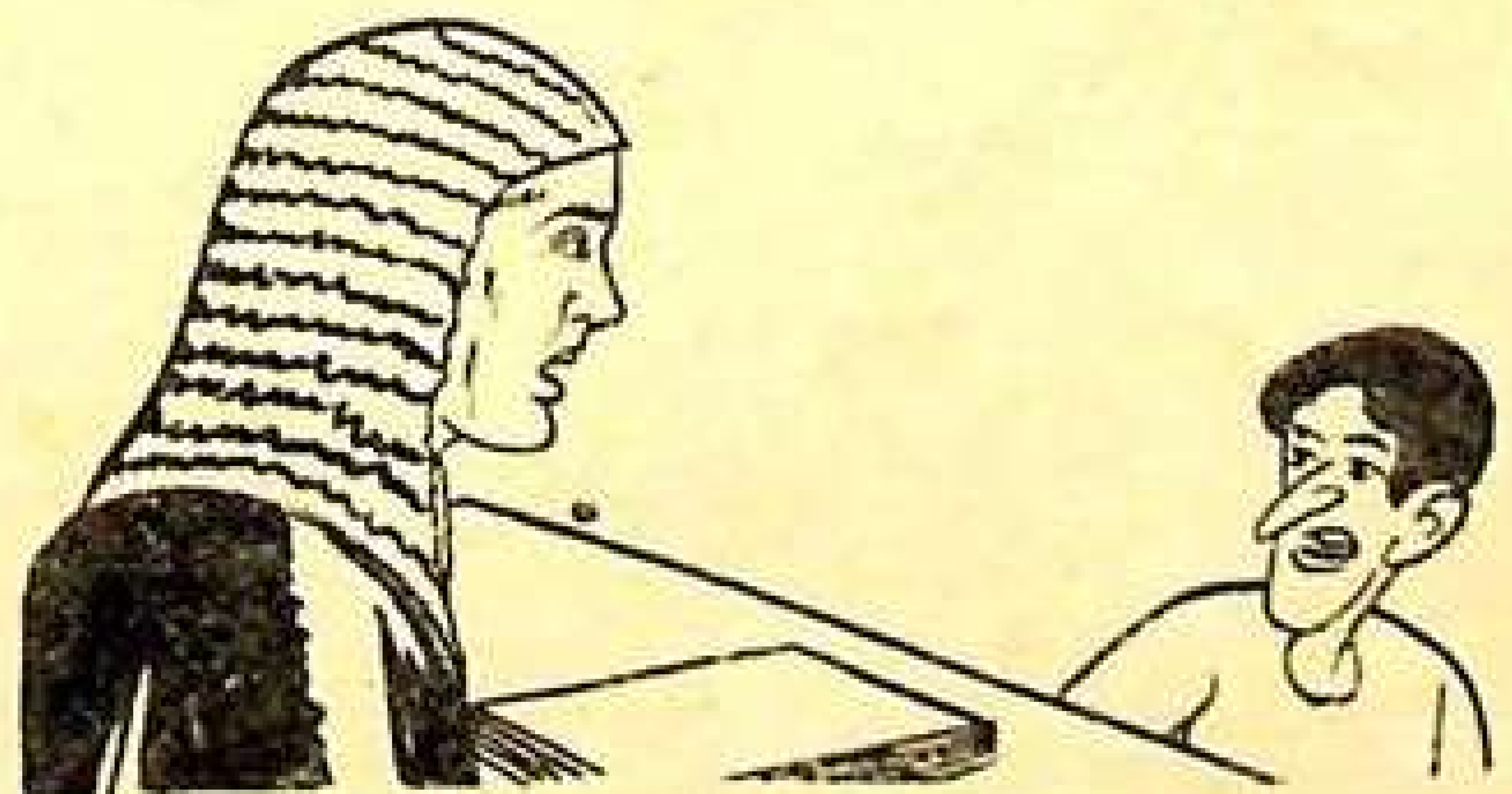
ہنسنا منع ہے

— جاذب

جج :- (ملزم سے) تم نے اس ڈاکٹر کی گھڑی کیوں چرائی جس نے تمھیں دوا مفت دی۔

ملزم :- (جج سے) ڈاکٹر نے کہا تھا کہ دوا تین تین گھنٹے بعد پینا اور میرے پاس گھڑی نہیں تھی۔

مرسلہ :- منصور رضا قادری — بیٹر

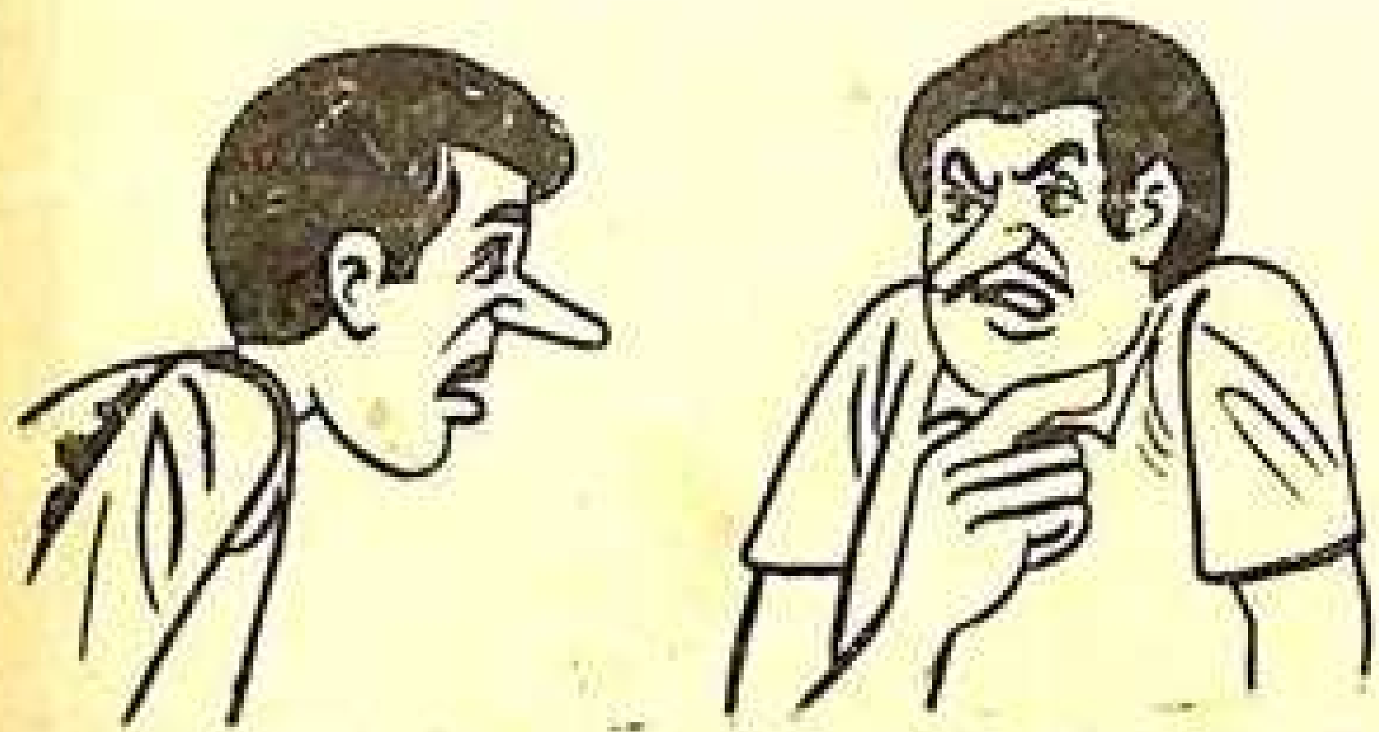


مالک : (نوکر سے) "اے بھئی یہ ڈبہ کیسے کھلے گا؟"
نوکر : گھبرایئے مت! ڈبہ کھولنے کی ترکیب ڈبے کے اندر موجود ہے۔

(محمد عاقب — مرڈیشور)



ایک پاگل دوسرے پاگل سے "یار میرے سر میں درد ہے۔
دوسرا پاگل "یار میرے گلے میں درد ہے۔"
پہلا پاگل "یار تم میرا سر دبادو میں تمھارا گلا دبادوں۔"



ماسٹر : "سرکار کسے کہتے ہیں؟"
ایک بچہ : "جو کار سرک سرک کر چلتی ہے۔"



گاہک:۔ اس ٹائی کی کیا قیمت ہے؟

دکان دار:۔ پچاس روپے۔

گاہک:۔ پچاس روپے میں تو جوتوں کا اچھا جوڑا مل سکتا ہے۔

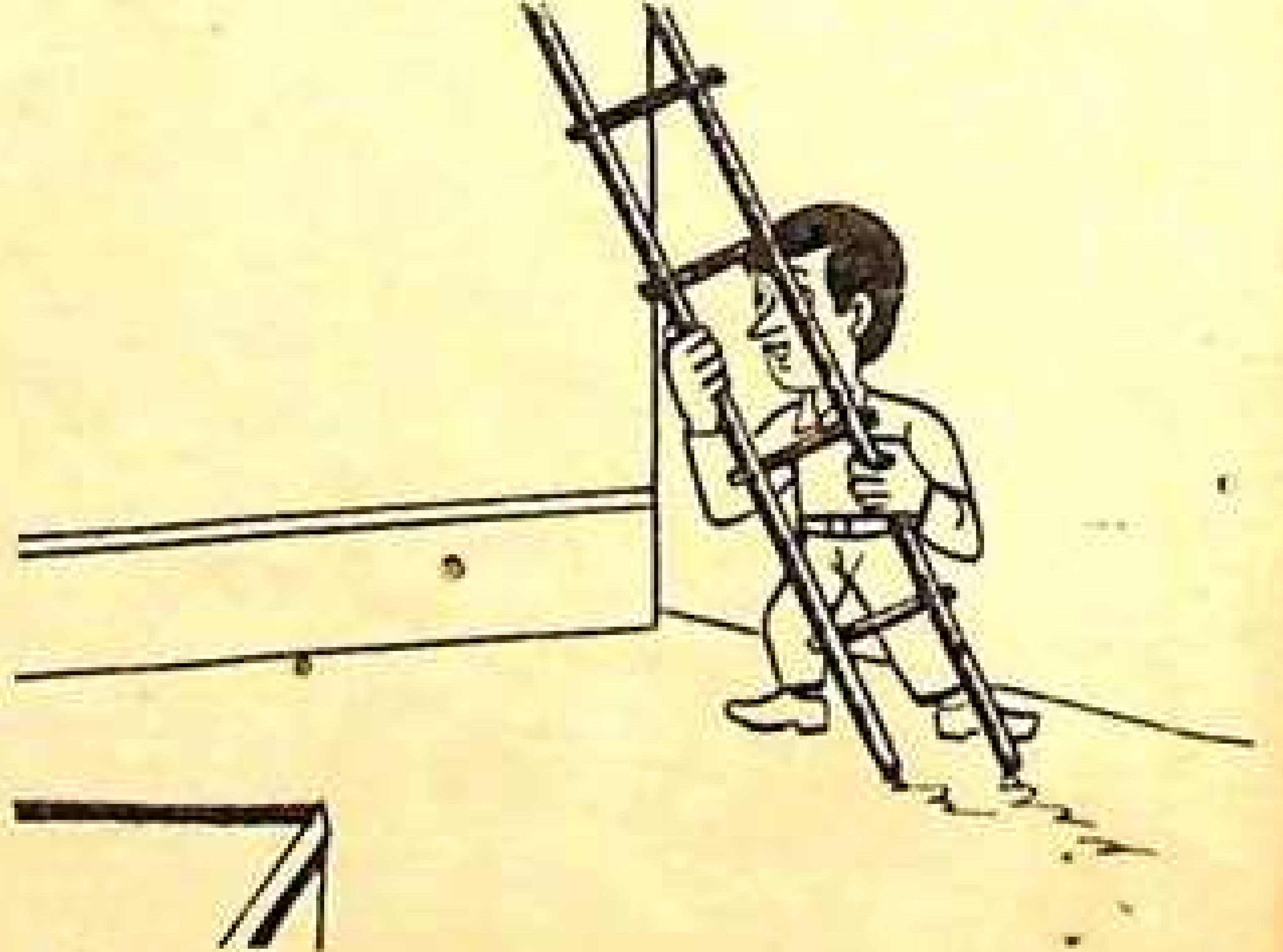
دکان دار:۔ تو پھر گلے میں جوتوں کا جوڑا لٹکا لیں۔

مرسلہ:۔ ولایت حسین مدّاس ۔ مرڈیشور



ایک مکان کے اندر سیڑھی لگی ہوئی تھی ایک کوّا اچکتا ہوا مکان کی چھت پر پہنچ گیا' ایک نادان لڑکا سیڑھی ہٹا کر بولا "اب بتاؤ' اترو گے کیسے؟"

مرسلہ:۔ سلمیٰ خاتون سیفی ۔ نیبنڈرد، بجنور



ایک شخص:۔ میں نے دھیرے دھیرے ترقی کی اور نیچے سے اُوپر پہنچا۔

دوسرا شخص:۔ پہلے آپ کیا کرتے تھے۔

پہلا شخص:۔ جوتوں پر پالش کرتا تھا اور اب بال کاٹتا ہوں۔ فرزانہ بیگم۔ نظام آبادی



★ ایک بھکاری ہاتھ میں تختی لئے بھیک مانگ رہا تھا جس پر لکھا تھا کہ میں گونگا ہوں اللہ کے نام پر میری مدد کیجیے۔

ایک راہگیر نے پوچھا "بابا کب سے گونگے ہو؟" بھکاری ایک دم بولا "پیدائشی گونگا ہوں بھائی!"



دو شریر لڑکے



ایک تھی چڑیا، ننھی منی پیاری پیاری، نیک اور اللہ میاں سے ڈرنے والی۔ چڑیا اور اس کے چڑے میاں نے مل کر ایک چھوٹا سا گھونسلا بنایا۔ جہاں چڑیا نے چھ انڈے دیئے اور انھیں سینے لگی۔ کچھ دن بعد بچے نکل آئے۔ چڑیا اور چڑا بڑے دھیان سے ان کی پرورش کرنے لگے۔ اچھی اچھی کہانیاں سناتے۔ ان کے لئے باہر سے کھانا دانہ لاتے اور بچے اپنے گھونسلے میں بڑے مزے سے رہتے۔ ان بچوں میں چار تو بڑے اچھے تھے مگر دو بڑے شریر تھے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو انھوں نے شرارتیں کرنی شروع کر دیں تمام دن گھونسلے میں پھدکتے رہتے، کھانے پینے کی چیزوں کو بکھیرتے رہتے اور تمام کھانا گرا دیتے۔ پانی کا گلاس اوندھا کر دیتے۔ چڑیا ناراض ہوتی تو وہ کھی کھی کر کے ہنسنے لگتے باقی چار ادب سے بیٹھے رہتے۔ جب چڑیا انھیں بلاتی تو اس کے پاس جا کر اپنا چوگا کھا لیتے، پھر جو کام کرنے کو کہتی، وہی کرنے لگتے۔

ایک دن چڑا کہیں باہر گیا ہوا تھا اور چڑیا اپنے بچوں کو کہانی سنا رہی تھی کہ باہر دروازے پر دستک ہوئی۔

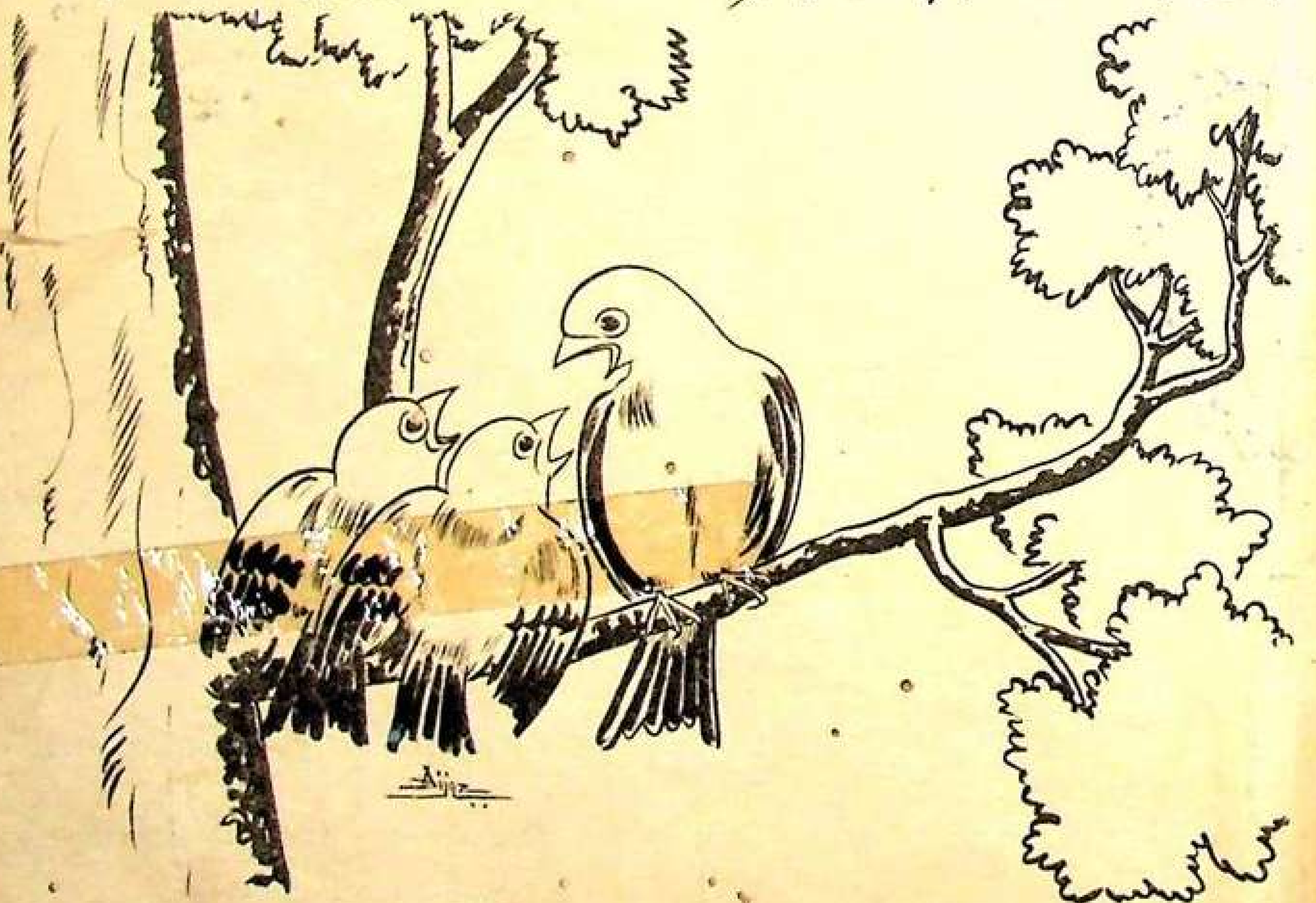
چڑیا نے شریر بچے سے کہا "جاؤ، دروازہ

کھول کر دیکھو، باہر کون ہے؟"

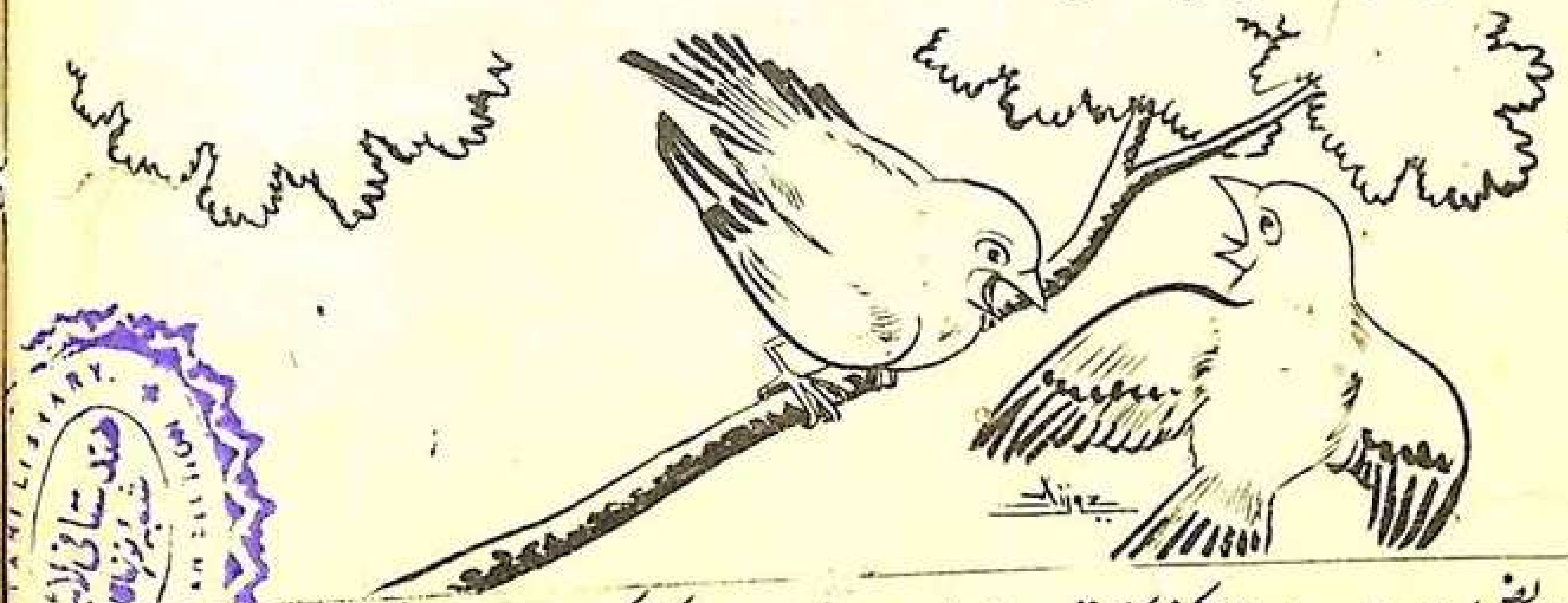
شریر بچہ کہنے لگا "ہم تو کہانی سن کر ہی جائیں گے۔"

چڑیا نے دوسرے شریر بچے سے کہا مگر وہ بھی منہ بنا کر بولا "بھلا اس وقت کون ہوگا یوں ہی ہوا سے دروازہ ہل رہا ہے۔" چڑیا کو بڑا غصہ آیا، مگر خاموش رہی، اور تیسرے بچے سے کہا کہ جا کر دروازہ کھولو۔ بچے نے فوراً ماں کے کہنے پر دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو باہر ان کی خالہ کھڑی تھی۔ وہ اندر آئیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ بے چاری چڑیا گھبرا گئی بہن کو دلاسا دیا۔ چپ کرانے کی کوشش اور رونے کی وجہ پوچھنے لگی۔ شریر بچوں نے جب دیکھا کہ ماں نے کہانی سنانی چھوڑ دی ہے تو انھیں بڑا سخت غصہ آیا اور لگے خالہ کے رونے کی نقل اتارنے۔ چڑیا نے انھیں ڈانٹا مگر ان پر ذرا اثر نہ ہوا۔

انھوں نے آپس میں لڑائی شروع کر دی اور گھونسلے کو اپنے شور سے بھر دیا۔ ان کی خالہ نے روتے روتے چڑیا کو بتایا "میرے شریر بچے نے اپنے بھائی سے بڑی لڑائی کی، اور اُسے زور سے گھونسلے سے باہر پھینک دیا، مگر اپنا بوجھ



بھی نہ سہار سکا اور اس کے ساتھ ہی نیچے گر گیا۔ دونوں کو ایک مانو بلی کھا گئی۔ خالہ نے اتنا کہا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی چڑیا نے اسے دلاسا دیا۔ اچانک اس کی نظر اپنے شریر بچوں پر پڑی، جو ایک دوسرے سے گتھم گتھا۔۔۔ گھونسلے کے دروازے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ چڑیا نے لپک کر پکڑنا چاہا مگر دھم سے زمین پر گرے۔ چڑیا کے اچھے بچے رونے لگے۔ چڑیا نے نیچے جا کر دیکھا تو دونوں نوکیلے پتھروں پر گر کر مر گئے تھے۔ بے چاری روتی دھوتی واپس گھونسلے میں آئی۔ بچوں کو چپ کیا۔ خالہ نے جب بہن کے بچوں کو بھی مرتے ہوئے دیکھا اور زور زور سے رونے لگی۔ چڑیا نے صبر سے کام لیا۔ اپنے آنسو پوچھے اور بہن اور بچوں کو سمجھانے لگی۔ اب رونے سے کیا فائدہ۔ ہم سب کو اللہ میاں نے پیدا کیا ہے اور سب کو اسی کے پاس جانا ہے۔



ڈاکٹر: (مریض سے) میرے دیکھنے کا وقت ۷ تا ۱۰ بجے ہے۔ کیا تمھیں نہیں معلوم ہے۔

مریض: مجھے معلوم ہے لیکن مجھے کاٹنے والے کتے کو نہیں معلوم ہے۔

امی: (بیٹے سے) باورچی خانے میں کون ہے؟

بیٹا: بلی ہے۔

ماں: وہ کیا کر رہی ہے۔

بیٹا: شکر کھا رہی ہے۔

(مرسلہ: شیخ محمد ادریس ۔۔۔ نلگنڈہ)

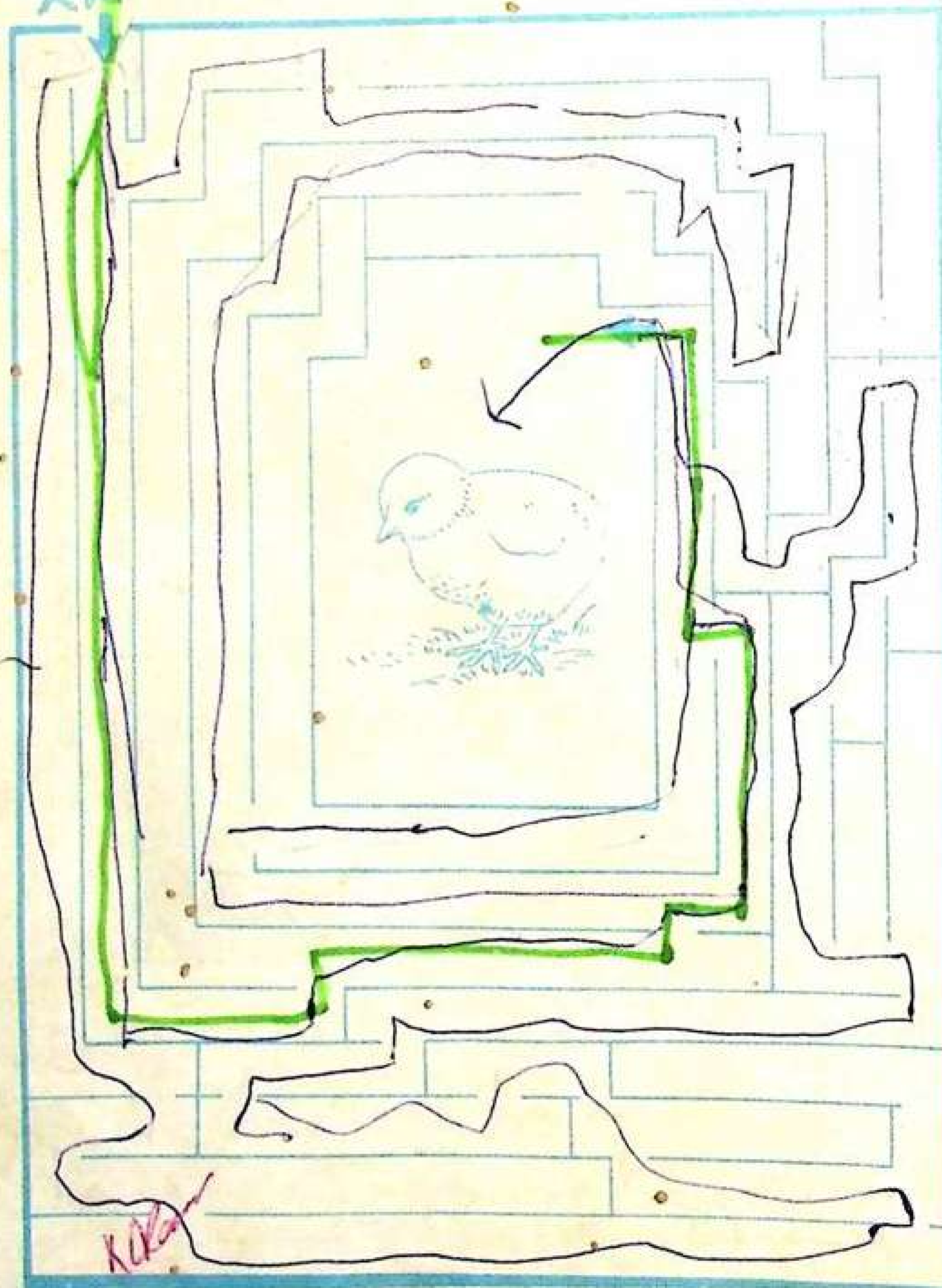
مالک: (نوکر سے) تم بڑے گدھے ہو۔

نوکر: حضور مجھے شرمندہ نہ کریں۔ بڑے تو آپ ہیں۔

(عتیق الرحمن ۔۔۔ بھٹکل)

راستہ بتاؤ

کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا نیکی کا کام ہے۔ آپ بھی
بھائی سے بچھڑے ہوئے چوزے
کو راستہ بتا دیجئے۔۔۔ بتائیں گے نا!!



Regd. No. MRD. 109

2874

BACHCHON KA "HILAL" RAMPUR (U.P.)